باب ۸

نجمُ الثَّاقِبِ اُمَّت

ہر شخص ہے مِلت کے مقدّر کا سِتارا

انسان کا مقام

اُمّت کی وہ خونی شفق ختم ہوئی۔ رات کی پرسکون تاریکیوں نے اپنے پر کیف دامنوں میں تھکے ہاروں کو جگہ دی۔ اپنی آغوش شفقت و محبت میں اپنوں کو لپیٹنا کہ سرد و گرم عالم کی بھٹی میں سے گزر جانے والوں کو اپنے اوپر بھروسہ پھر سے نصیب ہو۔ اور لو! وہ نجم الثاقب بھی افق پر ابھر آیا۔ پر کیف شب میں اس کا حسن عالم افروز دل و جان کی گہرائیوں اور عالم امکان میں ایک ہی کیف، ایک ہی ہم آہنگی، ایک کیف سکوت اندر باہر، ایک خشیت جمال، حسن کائنات ہیں۔ ایک سحر جیسا، ایک ایسی یکتائی وجود کہ دل عاشق پکار اٹھے یہ میرا ہی تو حسن ہے جو اس ستارے میں دمک اٹھا ہے۔ یہ مجھ عروس اُمّت کی آئینہ زمان میں، جھلک ہی تو ہے جو اس ستارے کا روپ لے کر فلک میں دمک اٹھی ہے۔ اے دیکھنے والی آنکھ، اے چشم بصیرت اس کیف کو جو باہر ہے، اپنے اندر حجابوں میں جگہ دے اور اس کیف کو جو اندر ہے، بے نقاب کر کے باہر عالم امکان میں رونق بخش۔ یہ اندر باہر ایک ہی تو کیف ہے۔ باہر دیکھو تو اس ستارے پر آفتاب کی درخشانی ہی تو ہے جو یوں دمک دمک کر، غیب میں آفتاب کی موجودگی کا پتہ دے رہی ہے۔ اندر جھانکو تو اُمّت کی شب دیجور میں اُمّت کے روئے درخشاں کی جھلک ہے۔ باہر دیکھو تو ستارے کا حسن، اُمّت کے حسن کی رونمائی کر رہا ہے۔ وحدت کی فضا میں، رحمت کی تابانی کی جھلک دیکھو۔ یہ اپنا حسن باطن اُمّت کا حسن، نجم الثاقب، سب ایک ہی تو ہے۔ اس حسن مجمل کی تابانی اسی شمس حقیقت کی وجہ سے ہے، ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ'' جو اپنے باطن وجود میں درخشاں ہے۔ ہر مسلم مومن کے باطن میں اس کی تابانی ہے۔ اُمّتی ہونے کا شرف ہے۔ تو اُمّت کے نجم الثاقب کو اپنے ہی باطن میں درخشاں دیکھو۔ صبح اسلام ہو کے رہے گی۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ اُمّت کی صبح فروزاں آئے گی، ضرور آئے گی۔ صبح تو خیر آتی رہے گی۔ شک بھی کیا۔ یوں بھی اس نجم الثاقب اُمّت کا حسن ہی کیا کم ہے۔ اس سہانی رات کا بھی تو لطف لو۔ دیکھو تو روئے تابانِ حقیقت کیسا اپنے قلب و جان و روح کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ بس عروسِ اُمّت کے حسن و جمال کی اسی شب عروسی میں آئینہ بندی ہونے والی ہے۔

نورِ محمدیؐ

بھیانک رات تو مہجور اور وہم و دوئی میں گرفتار لوگوں کے لئے ہے۔ تم تو اپنے ہو چکے ہو، تمھاری محبت کو تو سرِ میدان دیکھا جا چکا ہے، تمھارے ایمان کو تو سرِ مقتل، پابہ جولاں، سر بکف، کفن بر دوش پرکھا جا چکا ہے۔ تم آگ اور خون کے دریا سے گزرے ہو۔ قید و زنداں کی بھٹی میں سے کندن بن کر نکلے ہو۔ تم تو وہ پارس پتھر ہو چکے ہو کہ مٹی کو بھی تمھارا لمس نصیب ہو جائے تو سونا بن جائے۔ ذرا وہم و دوئی کے پردے چاک کر ڈالو۔ یہ نجم الثاقب تم ہی تو ہو، اپنے آئینہ باطن میں جھانکو، اپنے جمال ایمانی، اپنی عقل عین الیقینی کو دیکھو! کیسی پختہ یک رخی لئے ہیں، نور نبوت سے سیراب ہیں، رحمتوں کے سائے میں ہیں،

''حَرِیْص'' عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُف'' رَّحِیْم'' پر پورا بھروسہ کئے ہیں۔تم پر تو مہر ولایت ثبت ہو چکی ہے۔ جب ان کی اُمّت ہوتو کیسی ذلت؟ کیسی خواری؟ تمھارے ساتھ جو ہوتا تھا اس میں غیر کے دخل کی گنجائش کہاں تھی؟ چودھویں صدی میں آرائش و مشاطگی باطن اسی طرح کرنی تھی۔ نئے انداز میں اُمّت کی تابنا کی جلال و جمال ہونی تھی۔ مشیت ایزدی اور رحمتِ رحمتُ اللّعالمینی نے بھی تمھارا ساتھ نہیں چھوڑا ۔ زندہ وپائندہ حقیقت کبھی بھی عالم امکان میں سبب اور نتیجہ کی پابند نہیں ہو سکتی تھی۔ یادآیا ہے جب ۶۵ ءایا، صبح بدر آئی تو قوم کس طرح کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللّٰہ'' کا پیکر بن کر میدان عمل میں صف آراء ہوگئی تھی ۔ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ عروسِ اُمّت نے شہیدوں کے خون کی مہندی لگائی تھی ۔ وہ صبح بدر جب قوم کی وحدت و یکتائی میں نبی کریمؐ، صحابہؓ، حسنینؓ، اولیائے کرامؒ تمھارے ساتھ ہی کھڑے تھے۔ جب 'شہیدا' ملائک اوراجنا سے تمھاری غیبی امداد کی گئی تھی ۔اس غیبی امداد کا انداز بھی تمھیں یاد ہے؟ اس کی تصدیق خود مجاہدوں کے وجود دے رہے تھے کہ ابتدائی تین روز، دن رات جنگ میں لگے رہنے کے باوجود تمھارے بازوؤں میں سے وہ عقل کو حیرت میں ڈال دینے والی قوت نکل رہی تھی۔ یہ تمھارا وہ جوشِ ایمان تھا جو صدیوں تمھارے خون میں نسلاً بعد نسلاً جاری و ساری رہا تھا۔اور جو اس بات کا پکا ثبوت تھا کہ تمھارا رشتہ اللہ، رسولؐ اور اسلام سے ایک مضبوط وحدت کی ڈوری میں ہمیشہ بندھا رہا ہے۔ یہ وہ رشتہ باطنی تھا جو ساری ملتِ اسلامیہ میں اس وقت ظاہر کی سطح پر بھی آگیا تھا۔حق اور باطل کا یہی معرکۂ بدر اگر ہزار بار بھی اسی طرح دہرایا جائے تو فطرت کے اصولوں کے مطابق یہی کامرانی ہر بار نصیب ہو۔ کیونکہ اس وقت قوم اسلام کی حفاظت میں سینہ سپر تھی اور اس ایمان کے ساتھ کہ کفر کی پھونکوں سے یہ چراغ کبھی نہ بجھ سکے گا۔

پھر ۱۷ء کی جنگ احد بھی آئی اور حوصلہ شکن شکست و صلح حدیبیہ بھی۔مگر ظاہر کی شکست، باطن کی فتح ہے، فتح مبین ہے۔ اُمّت کو پھر سے اپنے باطن میں قدم جمانے کا سبق ملا ہے۔ مرکزیت باطنی سے اپنی تقویت پانے کا راستہ ملا ہے۔ ظاہری سہاروں، خواہشات نفسانی، مادی حرص وہوا سے کنارہ کشی کر لینے کا غیرت مندانہ اصول اپنایا ہے۔اب کہیں آکر حیا اور حیات کی قدر پہچانی ہے۔قوم اور اُمّت کی خاطر اپنی زندگیوں کا حق ادا کر دینا سیکھا ہے۔ اب چودھویں صدی خاتمے پر ہے۔وقت کی میزان بھی واردات جہان میں عجب ہوتی ہے۔اس صدی کے ختم ہوتے ہوتے عروس امم جوانی کی منزل میں قدم رکھ چکی ہوگی۔ پہلے اُمّت تھی، اب اُمم کا سوال ہے۔ پہلے حیات تھی اب اَلحیات سے رابطہ ہے۔ العشق سے سابقہ ہے، اَلاِسْلام کو زمانے میں پھیلنا ہے۔

راہِ فروغِ باطن

اُمّت کے ااسی الم نشرح کو اپنے باطن میں دیکھو، اس صدی کا شرح صدر یہی ہے۔ اپنی اپنی منازل، مقامات، عاقبت، آخرت کی فکر میں کب تک، اب تو گروہ در گروہ عالم انسانیت میں صور پھونکا جارہا ہے۔ قیامت صغریٰ یہ بھی تو ہے کہ اپنے جسموں میں چلتی پھرتی مردہ روحیں پھر سے حیات پا رہی ہیں، جاگ رہی ہیں، اٹھ رہی ہیں۔ یومِ حساب، اچھے برے کی چھانٹی خود بخود ہوتی جائے گی۔ تاریکی چھٹ کر روشنی خود پھیلتی جائے گی۔ قانونِ فطرت کے مطابق ہر نااہل کی جگہ اہل کو ملتی جائے گی۔اپنے اندر دیکھو کہ حقیقت کی روشنی کس انداز میں رفتہ رفتہ ہر گوشہ جسم و جان و قلب و روح میں پھیل چکی ہے۔ اُمّت

محمد یہ ایک ہے۔ایک ہی جسم ہے۔میرے تیرے کا سوال نہیں، میری تیری خرابیوں، اچھائیوں کا سوال نہیں۔جسم کے سب اعظاء ایک جیسے نہیں ہوتے، ہر ایک اپنی انفرادیت لئے مگر سب ایک ہی یکتائیت ہیں۔اپنا ذاتی خیال چھوڑ کر اپنے باطن میں کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی تابانی دیکھو۔حسن اُمّت کی جھلک تمھارے اندر ہی مل جائے گی۔اس آئینہ توحید میں دیکھو گے تو اندازہ ہوگا کہ خود وہی ہے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گرو خود گِل کوزہ!!

تم لا اور غیر کی طرف نظر ہی کیوں رکھو۔وہ تو خود بخود مٹنے والا ہے۔اندھیرے ہٹانے کی کوشش میں کیوں پاگل بنو۔ روشنی کی طرف نظر رکھو، بھروسہ رکھو، روشنی خود پھیل کر رہے گی۔باطنی روشنی کا پردہ تو تمہارے ظاہر کے اختیار نے کر رکھا ہے۔ اپنے کو بے اختیار کردو۔تمھاری باطنی روشنی کو پھیلنے کی راہ مل جائے گی۔یہ بے اختیاری عشق ہی کا شیوہ ہے۔سب کچھ یار کا۔ بس تجلی دیکھ لی اور عاشق ہو گئے۔اپنا سب کچھ یار کے قدموں میں لا ڈالا۔اپنا تھا بھی کیا۔سب کچھ یار ہی کا تو تھا۔اور یہ عشق بھی اسی کا تو نجم الثاقب کو باہر دیکھو یا اندر، بات ایک ہی ہے۔ظاہر، باطن کی تصدیق کرتا ہے۔دونوں جدا تو نہیں۔ایک ہی توحید تو ہے۔عبدیت بھی یہی ہے کہ ظاہر، سجدۂ عاجزانہ میں، باطن کے آگے سرنگوں ہو جائے۔

اس صدی میں اُمّت کے فروغ کے لئے راہ باطن ہی کھلی ہے، اسی طرف رجوع ہونا ہے۔باطن میں وہ مرکزیت اب بھی حاصل ہے جو اسلام کی جان ہے۔باطن کی راہ وہ یک رخی ہے جو نورِ نبوت کی روشنی اپنے اندر پا جانے کی بات ہے۔یہ ایک بے ساختہ لگاؤ ہے۔جو ہر مسلمان کے خون میں نسلاً در نسلاً چلا آرہا ہے۔اس کا تعلق نہ مجاہدوں سے ہے، نہ ریاضتوں سے۔یہ ادھر ہی کے فضل و کرم کی بات ہے۔چھوٹے چھوٹے آئینے جب بھی شمس نبوت کی طرف رخ کر لیتے ہیں، تو بڑا آئینہ رحمت نشر کرنے لگتا ہے۔اس کی تابانی اب عالم اسلام میں صبح امید کی بشارت دے رہی ہے کہ اسلام کا دن پھر سے طلوع ہونے والا ہے۔حضورؐ کی زندہ حقیقت کا یقین اور ایمان جیسے جیسے مضبوط ہوتا جائے گا دامن رحمت کی وسعت اسی انداز میں نظر آنے لگے گی۔یہ اپنے اپنے ایمان اور بھروسے کی بات ہے۔اسی کے وسیلہ سے فروغِ عمل کی راہ کشادہ نظر آرہی ہے۔

نصب العین، جہاد

حقیقت محمدیؐ رحمۃ اللعالمینی کا یہ تصوّر یا تخیل صرف جذباتی حد تک کی بات نہیں ہے۔یہ ٹھوس زندہ حقیقت ہے جو مرکزِ عشق کے طفیل قوم کو نصیب ہے۔جب دائم قائم نصبُ العین قوم کو میسر ہے تو پھر زوال کی تو اب گنجائش نہیں رہتی۔ماضی کو نصب العین بنا لینا غلط تھا۔نصب العین تو حال اور مستقبل کی بات ہے جس پر عالم اسلام گامزن ہو چکا ہے۔چاروں طرف تاریکی چھٹ رہی ہے۔قوم نے زندگی کی حقیقت کو قومی زندگی کے حصول میں پالیا ہے۔جہاد، قربانی اور شہادت کو اپنی حمیّتِ قومی بنا لینا سیکھ لیا ہے۔یار کے نام، ناموسِ رسول، عزت اسلام کی خاطر فدا ہو جانے کی اب قدر پا لی ہے۔اب ان کے پہاڑ جیسے عزم کو نہ دنیا کی عیش طلبی، نہ اپنی جان بچا کر رکھنے کی ذلیل تمنا، نہ اقتصادی کش مکش، نفسانفسی نہ باطل کی مفسدانہ چالیں روک سکیں گی۔ لڑائیاں بھی ہاریں تو کیا، اپنا یقین تو نہیں ہارا۔انہیں بالآخر اپنی کامیابی اور اسلام کے فروغ پر ایمان نصیب ہو رہا ہے۔یہ یقین،

اعتماد، اور بھروسہ ہی قوموں کی زندگی میں سب کچھ ہے۔ آج اسلام کو ہماری جانیں قربان کرنے کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی کہ اس یقین، اعتماد اور بھروسے کی ہے کہ دینِ مبین اسلام کا فروغ ہو کر رہے گا۔ تائید غیبی ہمارے ساتھ ہے۔ رحمت عرصے سے بے تاب ہے کہ ناموسِ اسلام کی خاطر مسلمان میدان عمل میں آجائے، تو دو جہان کی نعمتیں اس کے دامن میں ڈال دی جائیں۔ اب وقت آگیا ہے۔ اللہ اور رسول کے ناموس کی خاطر، مسلمان پھر سے میدانِ کارزار میں آگیا ہے۔ جب یہ ہے تو اللہ اور رسولؐ ساتھ ہی تو ہوں گے! کیا دشمن اور کیا اس ساز و سامان؟ گھبرانا کیا؟ جب کارسازِ عالم اور رحمت عالم کا ساتھ ہے تو کنکریوں سے بھی ہاتھی مارے جائیں گے۔ قادر مطلق کی قدرت کیا انسانی منصوبوں کے آگے مجبورِ محض ہے۔ مشرق وسطیٰ کی طرف نظر ڈالیں۔ جب دولت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے تو کس کا دل خون کے آنسو نہ رویا۔ بظاہر مغربی ممالک نے اسلام پر ضربِ کاری لگائی۔ اپنی جانب سے عرب قومیت کی بنیاد رکھی۔ آج دیکھیں وہی یورپ کا مرد بیمار ترکی ایک مضبوط سلطنت ہے۔ وہی منتشر عرب ملک، ایک مستحکم، عرب قوم بن کر، ایک ہی جسم و جان ہو چکے ہیں۔ یہ جماعت بندی اور اب عرب اسرائیل جنگ پر عالم اسلام کی ہمدردی اسی باطنی جمعتی بندی قائم رہنے کا ثبوت ہے جو دولت عثمانیہ اور عالم اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے باوجود بھی قوم کو ایک مضبوط باطنی رشتہ میں جکڑے رہی۔ اب یہی باطنی تعلق ایک ستارۂ درخشاں بن کر افق اِمت پر روشن ہوا ہے۔ لیلائے شب کی محمل میں ایک نوعروس کے حسن کی رونمائی کر رہی ہے۔ جبینِ شبِ اُمّت پر نجم الثاقب ایک تابندہ گہر کی طرح چمک رہا ہے۔ ساری فطری اُمّت کے حسن و جمال کی آئینہ داری کرتی نظر آرہی ہے۔ نجم الثّاقب کی چمک دمک اور دل کی دھڑکن ایک ہی آہنگی میں ہیں۔ چشمِ حق بیں میں اس چمکدار ستارے کی ضیاء اور قلب میں حقیقت کی تجلیوں کا کیف، ایک ہی یکتائی میں ہیں۔ سارے کا سارا ماحول ایک ایسی پرسکون یکتائی میں ہے کہ دل سے امنگیں اٹھ اٹھ کر آسمان کے اس دُرِ یکتا کو بار بار چوم لیتی ہیں۔ قلب، چشم، ماحول، آسمان، زمین، تاریکیٔ شب، نجم الثّاقب ایک ہی موجِ حسن میں ہیں۔ آج فطرت بھی اُمّت کے عروجِ حسن کے ساتھ تجلّی وحدت میں ہے۔ حیاتِ اُمّت کو جینے کا نیا معیار عطا ہوا ہے۔ فرد اور قوم نے اپنی قسمت کو دیکھ لیا ہے۔ الفروغ کو اپنا لیا ہے۔ تب ہی تو شمشیر ہاتھ میں لے کر میدان عمل میں اتر آئی ہے۔ جہاد کے فرض کو اس زمانہ کا فرضِ اوّلین سمجھ لیا ہے۔ کمزور عربوں کو دیکھیں تو آج ان ہی کمزور ہاتھوں نے زور یداللّٰہی کا ثبوت دیا ہے۔ اسرائیل کی مضبوط دفاعی باریولائن جس پر اس کو ناز تھا، توڑ دی گئی۔ مستحکم مورچے تباہ کر دیے گئے۔ کنکریوں سے ہاتھیوں کو دھنکی ہوئی روئی کی طرح کر ڈالا گیا۔ اس کے پسِ پشت قادرِ مطلق کی قدرت ہی کارفرما ہے۔

انسانی منصوبوں کے آگے حق کب مجبورِ محض ہو سکتا تھا۔ آخر کو پتہ پتہ اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔ مرضیٔ الٰہی ہی عالم میں ہر جانب کارفرما نظر آتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ثواب میں اُن پیکرانِ ایمان کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے جن میں توفیق ایمان و عمل بھی اسی کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ مرضیِ الٰہی کے ساتھ سازگاریٔ عمل کی اسی قسم کی صورت ہوتی ہے۔ اچھے لوگ اچھے اعمال کی جانب رجوع ہوتے ہیں اور بُرے خود بخود تاریکیوں کی جانب۔ اور بڑھ بڑھ کر کوشش کرتے رہتے ہیں۔ بس نیت کا فرق ہے۔ مومن ہر عمل کو مِن جانب اللہ سمجھتا ہے اور لطف اٹھاتا ہے۔ کافر ہر عمل کو اپنی جانب منسوب کرتا ہے اور خسارہ میں رہتا ہے۔

تم اللہ کی مرضی کو دیکھنا سیکھو۔ جب مرضیِ الٰہی تمھارے حالات بدلنے کے لئے مقرر ہے، رحمت بے قرار ہے کہ جلد سے جلد تر، تم انعام واکرام کے مصداق بن جاؤ، تو اپنے قلوب میں ایمان کی روشنی میں تم سب کے سب جتھوں کے جتھے میدانِ عمل میں کیوں نہیں نکل آتے۔ تمھیں باطنی سطح پر ایک رشتہ میں مضبوطی کے ساتھ قائم بھی رکھا ہے۔ غیرت وحمیتِ اسلام کوٹ کوٹ کر تمھارے سینہ میں بھری ہے۔ جسم، جان، عقل، ہنر، سب ہی خدا نے عطا کیا ہے اور ایسی بے نظیر عالمگیر جمعیت بندی اور اخوت تو کسی مذہب یا قوم کو عطا نہیں ہوئی، پھر نا امیدیوں میں کیوں گرفتار ہو؟ حساب کتاب کی دنیا میں کیوں پھنسے ہو؟ سبب اور نتیجہ کے جال میں کیوں الجھے ہو؟ دیکھو تو تمھاری ذرا سی کوشش اور وہ رحیم دس بار، دس گناہ اس کا پھل دیتا ہے۔ **فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ** کسی اور دوسری قوم سے تو نہیں کہا گیا۔ **"اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ"** کہہ کر اپنی عطا کرنے کی تڑپ کا اظہار کسی سے بھی نہیں کیا گیا۔ تم ہی تو ہو جس سے فرمایا ہے۔

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ. وَفِي أَنْفُسِكُمْ. هُوَ مَعَكُمْ. أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ.

تو وہ تو ہر طرح تمھارے ساتھ ہیں۔ تم بھی اس کی تصدیق بسم اللہ کہہ کر ہر دم ہر آن، ہر عمل کے شروع میں کرتے ہو۔ ایک ہاتھ تمھارا ایک ان کا۔ تمھارا ظاہر میں، ان کا غیب میں۔ تمھارے باطن میں یہ تمھاری ساری مادی، جسمانی، ذہنی، قلبی، روحانی پوشیدہ صلاحیتیں اور قوتیں ان ہی کی تو ہیں۔ اور ظاہر میں تمھارے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں، عقل و ذہن کام کرتے ہیں، محبت اور عشق کی تجلّی تمھاری زندگیوں پر پڑتی ہیں، بصیرت روحانی عطا ہوتی ہے۔ سوائے اس کے ہے کیا، جو تمھارے ہی اندر موجود ہے۔ ظاہر باطن وہی ہے۔ اول آخر وہی ہے۔ بس وہم دوئی سے نکلے اور عمل کا میدان تمھارے آگے کشادہ ہوا۔ اس کے بعد نہ غم ہوگا نہ خوف آخر کس چیز کا غم اور کس چیز کا خوف۔ جب سب کچھ اس ذاتِ حق کی حقیقت کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر زندگی گزاری جا رہی ہے۔ یہ نا امیدیاں، یہ وہم، یہ کش مکش، یہ ابتلائیں سب کی سب اس وقت تک تھیں، اور اُن کے لئے تھیں، جو ابھی اپنی انفرادیت سے ہی نہیں نکل سکے۔ اپنی 'میں' کے چکروں میں ہی گرفتار رہے۔

تم مجاہد ہو، تمھیں قدرت نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے چن لیا ہے۔ جیسا زمانہ ویسی کوشش۔ تمھیں تلواروں سے تاریکی کے پردے چاک کر کے اپنے لئے راہ نکالنی ہے۔ غازی یا شہید۔ اس کے علاوہ جمعیت کی صفوں میں دوسرے کی گنجائش نہ ہوگی۔ زمانہ کروٹ لے رہا ہے۔ نئی زندگی جنم لے رہی ہے۔ وہ پرانی قدریں سب ختم ہو جائیں گی جو زمانہ کا ساتھ نہ دے سکیں۔ ناکارہ انسانوں کی میدانِ جنگ وعمل میں کوئی گنجائش نہیں۔ وہ کاہ وگیاہ کی طرح، خس وخاشاک کی طرح، صاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جن کو حق نے منتخب کر لیا ہے ان کے ساتھ تو حق ہوگا۔ خواہ یہ زندگی ہو خواہ ابد الآباد کی زندگی۔ مومن ان مادی تخیلات، ان دنیوی زنجیروں سے کبھی کا آزاد ہو چکا ہوتا ہے۔ اس نے جیتے جی اسی زندگی میں اُمّت کے جمعی روپ کی تابانی میں ابدی زندگی حاصل کر لی ہوتی۔ اس کی زندگی اس انفرادی جسم وجان کی زندگی نہیں رہتی۔

اس اُمّت کی منزل **"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن"** ہے۔ شاہراہِ صراطِ مستقیم اس کے آگے کشادہ ہے کیونکہ تلوار کی دھار سے باریک پل صراط سے یہ بار بار گذر چکی ہے۔ یہی اُس کا نصب العین ہے۔

قانونِ قدرت ہے کہ قوموں کا عروج و زوال ہوتا ہے۔ اگر یہ زوال رُکا رہتا ہے تو صرف نصب العین سے۔ فرد کی حد تک دیکھیں تو جن افراد میں کوئی نصب العین نہیں ہوتا تو بدن کے انحطاط کے ساتھ دماغ، جوش، روح سب ختم ہونی شروع ہوتی ہے۔ نصب العین والے دائم اور پائیدار، وہ حسن، خوبی، حق ہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص میں نصب العین، عقل سلیم کی نظر میں ہوتا ہے، مگر گرفت میں نہیں ہوتا۔ اس حالت میں اس فرد کے نصب العین کو وجودی شکل دینے کے لئے کوئی مثبت چیز ہونی چاہیے۔ جیسے ذات مبارک نبی کریمؐ۔ تاریخ دانی سے ہمیں جو نبی کریمؐ کا تصوّر ملتا ہے وہ ایک محدود جذباتی حد تک کی بات ہے۔ ٹھوس زندہ حقیقت نہیں۔ حضورؐ کی زندہ حقیقت کا، موجودگی کا شعور نہیں ہوتا۔ اس رحمۃ للعالمین تک یہ پہنچ کسی وسیلے سے ہی ہوسکتی ہے۔ اور قوموں کی زندگی کے لئے فرد کی زندگی سے کہیں زیادہ بسیط انداز میں دائم قائم نصب العین کی ضرورت ہے۔ رحمت کا دامن قوم کو نصیب ہو جائے تب ہی کہیں پائدار فروغ کی راہ پر قدم رکھ سکتی ہے۔ کیونکہ جب اس رحمت کا یقین قوم کو ہو جائے تب ہی ایمان میں پختگی آتی ہے، اور فروغِ عمل کی راہ کھلتی ہے۔ یوں اچھے اچھے فقراء جنھیں اپنے مقام کا پتہ بھی ہو، کبھی نفس سے لڑائی شروع کرتے ہیں، کبھی ظلمات میں گھر جاتے ہیں، ظاہری باطنی جنگیں بھی لڑتے ہیں۔ مگر جنھیں رحمت کا دامن نصیب ہو جائے تو پھولوں کی سیج میں رہتے ہیں۔ یہی اولیاء کی صف میں آ جاتے ہیں۔ یہ ایسا نسخہ ہے جس میں قسمت کو بھی دخل نہیں۔ ورنہ یوں چاہے روح میں بھی قیام ہو تب بھی نفع و نقصان سے نہیں نکلتے۔ رحمت ہی تقدیر پر غالب ہے۔ جب خوف و رجا سے نکل جائیں تب ہی راہ کھلتی ہے۔ رحمت کا دامن نصیب ہو جانا ایسی کیفیت ہے جب ذکر اندار سما کر روح کی غذا بن جائے پھر اس کا خون آنکھوں سے ٹپکے۔ یعنی صفات میں آ کر پھیلے تب بات ہے۔ یہی قلندری ہے۔ جب خوف و رجاء سے نکل جائے تب قلندر کہلاتا ہے۔ ایسوں کو ہی ایمان بالغیب نصیب ہوتا ہے۔ اور ایسا اعتماد جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ یہی لَا رَیْبَ فِیْهِ ہے۔ جو آنکھ بند کر کے سر قربان کرنا جانتے ہیں وہی مستی کی کیفیت میں، رحمتوں کے سائے میں ہوتے ہیں، دائم قائم خوبیوں میں بسے ہوتے ہیں۔ ان کی نظر ماضی کی صرف مذہبی خوبیوں کو اپنایا اور حال اور مستقبل میں انسانی اعلیٰ اقدار، لطافتوں، ادب، معاشیات وغیرہ کو نظر میں رکھا، اس لئے نصب العین پر نظر کسی نہ کسی طرح ہر زمانہ میں رہی اور باوجود باطل کی تمام کوششوں کے اسلام مٹ نہ سکا۔ کو برہمنیّت یہودیّت نے زر پرستی اور اقتصادیات کو بلند کر کے جگہ جگہ منافرت کا جذبہ ابھارا اور اقتصادیات کی جدوجہد ہی نے دنیا میں کش مکشوں، جنگوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

مگر اسلام کا نصب العین بہر حال یہ نہیں تھا کہ معیارِ زندگی بڑھایا جائے بلکہ سادہ بدوؤں کی طرح وہ غیرت اسلام تھا جس کی جانب مصلحین نے مختلف زمانوں میں قوم کو توجہ دلائی۔ اسلام کے نام پر جان دے دینا مسلم اور مومن کا شعار رہا۔ یہی وہ جذبہ تھا جس کو دیکھ کر دنیا کی دوسری قومیں مسلمان سے ڈرتی تھیں اور اُسی جذبہ کو مختلف طرح سے ختم کر دینے کی صدیوں سے کوششیں اغیار نے کیں۔ مگر اب پھر سے تلواروں کے سائے میں مسلمانوں کو زندہ رہنے کا سبق مل رہا ہے۔ عالمِ مثال سے تو اسلام کے عروج کی لہریں چل پڑی ہیں۔ اس نوید کی بشارت تو بہت سوں کو ہو رہی ہے۔ صرف دیر یہی ہے کہ قوم بھی اس کے لئے تیار ہے کہ نہیں۔ کیونکہ وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو مرنا جانتی ہیں۔ لیمنگ تک جو صرف جانور ہیں اپنی نسل کو بچانے کی خاطر لاکھوں کی تعداد میں جانیں دے دیتے ہیں۔ یہ جذبہ کچھ اس قسم کی چیز ہے کہ اس میں خدا کی قسم نہ زاہد کی تمیز ہے نہ گنہگار

کی۔سب کے دلوں میں نُور ہے کیونکہ ہم مسلمان پیدا ہوئے ہیں اور یہ بھی کتنی بڑی رحمت ہے کہ ہمیں مسلمان پیدا کیا۔بس اتنی سی بات ہے کہ جو بھی رحمت کو محسوس کر کے نشے کرنے کی کوشش کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔یہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ جتنا سادہ ہو وہی بہتر کرسکتا ہے۔ورنہ علم کے جھول راستہ خراب کرتے ہیں۔یہ ایک سیدھے سادے جٹ جیسے انسان کی ''بِسْمِ اللّٰہِ'' ہے۔ وہ اونچ نیچ کے چکّر میں نہیں پڑتا، بس یار پر فدا ہونا جانتا ہے۔اُمّت کی راہ کھلنا بس اسی جذبۂ بے اختیار کے تحت ہے۔پھر زندگی کی صعوبتیں بھی آسان ہیں اور موت بھی۔دونوں ہی رحمت،سراپا رحمت ہیں۔اُمّت کی حیاتِ تازہ، فتحِ مُبین کی بشارت یہی کیفیت ہے جو عام ہونی ہے۔باپ کی شفقت پر یقین رکھّو۔پردہ اُٹھا دیا جائے تو اس محبت کو کو دیکھ کر کپڑے پھاڑ دو گے۔سوچو تو کہ جب کبھی ماں باپ بچّے کو سزا دیتے ہیں تو ان پر کیا گزرتی ہے۔اور انہیں کس جذبۂ بے اختیار کے تحت ایسا کرنا پڑتا ہے۔اس لئے کڑوے پر بھی دل سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنا سیکھو اور ہر ابتلا،سختی اور آزمائش کے پیچھے محبتِ پدری کو دیکھو۔ شکست تک کو فتح کی تیار کے لئے رخ دو۔دیکھو تو کہ انسان جب اللہ کے نام پر جان دینے اٹھتا ہے تو نشۂ جہاد پر تو ہزار فقیری قلندری قربان۔کیونکہ جہاد نہ ملک کی خاطر ہوتا ہے نہ قوم کی خاطر۔ بلکہ ایک جذبہ ہوتا ہے۔اسلام کی خاطر ''جَذْبَۃ مِنَ جَذْبَاتُ الْحَقّ''۔ یہ جو مسلمانوں کی تکلیف پر ۹۹ فی صد کو دکھ ہوتا ہے کتنی خوش نصیبی کی بات ہے۔

مسلمانوں سے تو اس وقت بس اتنی درخواست ہے کہ مثبت خیال رکھّو۔صرف یہ سوچو کہ فتح ہو۔جان پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ چیز بہتر ہے کہ حوصلے اور ایمان کو پیش کریں۔جمعیّت نے جب حیُّ و قیوم پر بھروسہ کرلیا تو فتح کا بغیر دیکھے یقین آجانا مشکل نہ ہوگا۔اس مثبت یقین سے بہت جلد بات بن جائے گی۔ ہماری قوم کے خون میں نور ہے۔اس کو رحمت پر ایمان آجائے تو بہت جلد چمک اٹھے گی۔ ہمالیہ پہاڑ کو بھی اتنا یقین نہیں جتنا مجھے ہے کہ فتح ہماری ہے۔خواہ لاکھ ہم تکا بوٹی ہو جائیں۔ یہ صرف ایمان کے بل بوتے پر نہیں کہہ رہا، بلکہ دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔ دکھایا گیا ہے۔ یہ عین الیقین سے بھی بڑی بات ہے۔سب سے ایک عاجزانہ درخواست ہے کہ سب کے سب مل کے یقین کریں۔ بڑے مزے کا زمانہ آرہا ہے۔حال اور قریب سے ذرا آگے مستقبل پر یقین رکھنا ہے۔زندگی بس تلواریں کی جھنکار میں ہے۔دل جو چاہے وہ ہوگا۔منفی مت سوچو، مثبت پر نظر رکھّو۔

۱۷ء کی جنگ میں شکست ہونے پر اچھے اچھوں نے آنکھیں نیچی کر لی ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ کا کُن جو ہے اس میں کیسی ذلّت۔کیا کوئی دشمن لات مارے تو ہائے کر کے بیٹھ جائیں گے یا غصہ میں اٹھ کر اسے چار لات ماریں گے۔ یہ اچھا ہوا کہ ۶۵ء میں ایوب نے کہا تھا کہ ہم نے اپنا جوہر معلوم کرلیا ہے۔اس وقت قوم کی نظر مثبت پہلو پر تھی۔اب شکست میں ہم نے منفی پہلو معلوم کیا ہے، دونوں چیزیں ہونی چاہیے تھیں۔لَا اِلٰہ اور اِلَّا اللّٰہُ تب ہی کلمہ پورا ہوتا ہے۔اس شکست سے کس کا دل زخمی نہیں ہوا مگر ماحول کو دیکھتا ہوں تو ہر ایک میں ایسی صلاحیت اور طاقت ہے جو بے پناہ ہے، لاجواب ہے، اس کو رخ عطا کریں۔ یہ ان پر منحصر ہے، جن کے ہاتھوں میں باگ ہے۔ یہ ہو جائے تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔اللہ نے پاکستان بخشا ہے۔یہی اسلام کا جھنڈا بلند کرے گا۔اسلام کی نشاطِ ثانیہ کا ذریعہ بنے گا۔اللہ زندہ و پائندہ ہے تو ہم کیوں نہ مثبت نظر رکھیں۔اپنے اندر پوشیدہ غیبی طاقتوں پر بھروسہ رکھیں۔غیبی امداد کی بات یہ ہے کہ جو لوگ اپنی حدودِ جسم تک میں نظر رکھتے ہیں وہ فرائض زندگی تک محدود رہتے ہیں۔مگر نوافل تو چار قدم آگے ہیں۔ جب سانحات و حادثات آتے ہیں تو یہ اثر پذیر ہوتے ہیں۔جس نے نوافل کو بڑھایا

اس کا دیکھنا، بولنا، پکڑنا، اللہ کا ہو جاتا ہے۔ان حادثات کے وقت انسان عجیب عجیب کام کرتا ہے۔حضرت علیؓ نے درِ خیبر اکھاڑا حالانکہ یہ انسان کا کام نہ تھا۔کوئی اور طاقت اندر سے کام کر رہی تھی۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ حادثات میں تلی اور جگر کا بے انتہا خزانہ عمل پذیر ہوتا ہے۔ یوں عام زندگی میں ہم ہزارواں حصّہ بھی استعمال نہیں کرتے۔اور دماغ کی بابت تو سائنس دانوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے ابھی لاکھواں حصّہ بھی اس کا معلوم نہیں کیا۔ یہ تو غیبی طاقت اپنے ہی اندر سے آتی ہے۔چھوٹے بچوں تک نے اسی شدت میں ابو جہل کو مارا تھا۔ یوں ہم سوا لاکھ بار آیۃ الکرسی پڑھیں تو فرشتے نہیں آتے۔صرف اپنے کو جگانے سے سارے فرشتے اپنے میں سے آتے ہیں۔اب اس انتظار کا وقت ختم ہوا کہ آسمان سے کوئی ہماری مدد کو آئیں گے۔

اب تو اپنی بے پناہ قوتوں پر نظر رکھنی ہے اور ان کو استعمال کرنا ہے۔اپنی حقیقت انسان آپ پہچان لے تو پتہ پتہ، ذرہ ذرہ آپ کی معاونت کرتا ہے۔پھر اپنے اندر کے فرشتے کیوں نہ کریں۔۶۵ء میں ہر ایک کے اندر کی باطنی صلاحیتیں جاگ اٹھی تھیں۔اپنا باطن جاگا تھا۔غیبی امداد کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرنی۔گو اس کا بھی کچھ اثر ہوتا ہے۔مگر اصل رمز کچھ اور ہے۔ کلمہ پڑھ کر روشنی اور جوش اپنے ہی اندر پا کر عمل پیرا ہونا ہے۔پوری کی پوری قوم کو ایک جسم ایک جان بن کر میدان کارزار میں آنا ہے۔ایک فی صد بھی پیچھے نہیں چھوڑنے چونکہ قوم کو ڈبونے کے لئے تو تھوڑے بھی کافی ہوتے ہیں۔تم محبوب سے شدت کا رابطہ قائم کر لو، دولت سرمدی تمھیں حاصل ہو گی۔اسی تعلق کو اپنی زندگیوں کا چراغ بنا لو، ارے جب وہ دستِ کرم تم سے ہاتھ ملانے کے لئے بے تاب ہے تو تم بھی تو اپنے ہاتھ کو کچھ پاک وصاف کر کے سُبْحَان سُبْحَان کہتے ہوئے آگے بڑھو۔ارے مرکر تو دیکھو، ''مُوتُو قَبْلَ اَنْ تَمُوتُو'' اس جسم میں اگر کچھ بھی سجانیت آگئی تو اپنے اوپر فوری عاشق ہو جاؤ گے۔ یہ سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ پکڑنے کی بات ہے۔

ذرا پہچانو تو کہ اللہ کی صفات گنوانے اور پڑھنے کے لئے ہیں یا اپنے اندر اجاگر کرنے کے لئے؟ کسی چیز میں فنا کا امن لا ہو جانے میں ہے خواہ پتھر سے ہی عشق کیا ہو۔اگر دھن ایسی ہو کہ اس میں کھو جائے، فنا ہو جائے، تو سارے قوائے باطنی عمل پذیر ہو کر راہ کھولتے ہیں اور عمل اس کی تصویر بنتا چلا جاتا ہے۔قومی حیات کے لئے جتنا جیئے اتنا ہی قوم کی لا ہوتی جائے گی اور زمانے کے لحاظ سے راستے نظر آتے جائیں گے۔کندن بننے کے لئے خون دینا ہی ہوتا ہے چونکہ قربانی کے پیدا کئے ہوئے مخصوص حالاتِ عجز میں رحمت کے ایسے طلب گار ہوتے ہیں کہ پا لیتے ہیں ورنہ آس و زعم دونوں رحمت کے دروازے کھلنے نہیں دیتے۔اپنی غیرت، اپنے حوصلے، اپنی امیدیں، اپنی غیرت سب ٹوٹیں تب بھی بات نہیں بنتی جب تک ٹوٹنے والی چیز نہ ٹوٹے یعنی دل۔ دل جب ٹوٹتا ہے تو اس کے شگاف میں سے رحمت آتی ہے۔ رحمت کے تحت ہی صحیح جذبہ میں شدّت آتی ہے۔اور جب شدّت آگئی تو ہار ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔سب کچھ ہار جانے کے بعد بھی ایسا شخص ہمت نہیں ہارتا۔

فروغِ اسلام

اسلام کے فروغ کا منصوبہ اب شروع ہو رہا ہے۔ یقین اور مکمل اعتمادی اور شدت طلب اگر چند میں بھی ہو تو کافی ہے۔ جو لوگ پہاڑ جیسا عزم رکھتے ہیں وہ توڑ جوڑ کے قائل نہیں ہوتے۔ یہ اسباب اور نتیجوں کے چکّروں میں پھنسے ہیں۔صرف جذبے اور جوش میں نظر اور اعتماد مسبب الاسباب پر رکھتے ہیں۔ یہی ایمان اور یقین قوم کے لیڈروں میں ہونا ہے یا چند ایک

میں یہ بھروسہ ہوتو پیروں میں لغزش کب آتی ہے؟ کسی گمان، یا شک وشبہ کا گزر ہی کب ہوسکتا ہے؟ تذبذب یا خوف کب پیدا ہوسکتا ہے؟ ان میں سے کسی کا بھی سوال ہی پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ ایسا کیسے ہوگا، اب کیا ہوگا؟ ایسا ہوتو کیا ہواور ویسا ہوتو کیا ہو؟

ہم نے لڑائی ہاری تو کیا۔ جنگ احد بھی تو ہاری تھی اور صلح حدیبیہ بھی تو کی تھی مگر پھر کیا ہوا؟ اپنا یقین تو نہیں ہارا کہ بالآخر کامیابی ہے۔اوروں کو پاکستان کے ختم ہونے کی باتیں کرنے دیجئے۔آپ اپنا یقین مضبوط رکھیں اوراتنا مضبوط کہ دوسروں پر یہ آپ کی خوداعتمادی اور یقین اثر کر جائے۔ بالکل اسی طرح جیسا قرون اولیٰ میں مسلمانوں کا تھا۔ یہ یقین لوگوں تک پہنچا دینا ہے کہ اسلام کا بول بالا ضرور ہوگا۔اورضرور ہوگا۔ یہ ہر ایمان والے کا حصہ ہے۔ وقت ہے کہ جن لوگوں کا یقین اور ایمان چٹان جیسا ہو وہ لوگوں سے تعلق بنائیں اوران میں یہ یقین پھیلائیں۔قائداعظم میں یہی بات تھی۔اسی یقین کے سہارے آدھی جنگ انسان اسی وقت جیت لیتا ہے جب وہ یہ یقین کامل رکھتا ہے کہ فتح اس کی ہے۔ایمان بالغیب یہی ہے کہ کامیابی سے پہلے یہ یقین ہو کہ کامیابی ہماری ہے، ورنہ دیکھ کراور کامیابی کے وقت تو سب ہی ایمان لے آئیں گے۔اب یہی یقین اور بھروسہ کہ اسلام کوسربلند ہونا ہے ایک عرصۂدراز تک ہمیشہ قائم رکھنا ہے۔

سرسیدؒ کا صبر دیکھیں کہ غدر کی بربادی کے بعد، مسلمانوں کواٹھانے کے لئے کیسے صبر سے برسوں کوشش میں لگے رہے۔ انہیں یقین تھا کہ قوم اٹھے گی۔جھونپڑی میں ہی سکول کھول دیا اور برسوں اسی بھروسہ پر اورعزم اور یقین کے جذبے میں اپنے کام میں لگے رہے۔اسی طرح ہم بھی ایک لمبی مارچ پر لگے ہیں۔خصوصی واقعات سے پہلے جو جھلکیاں سی ملی ہیں ان میں یہی ہے کہ کیا ہند اور پاکستان۔ بلکہ تمام نظامِ عالم میں ایک تبدیلی آنی ہے۔ سارے عالم میں تبدیلی ہوئی تو ہم بھی فائدے میں رہیں گے۔اگر ایمان بالغیب نہ ہو سکےتو ایمان بالشہود۔تھوڑا سا دیکھ کر کچھ نہ کچھ قوم کی ہمت بڑھتی جائے گی۔مسلمانو! حق کی طرف ہاتھ بڑھاؤ۔اس میں نیک یا گنہگار کی بالکل تمیز نہیں۔ ہاتھ پیچھے ہٹانا تو ایسا ہے جیسے کہ اسلام کے خلاف جی رہے ہو۔ رحمت کے لئے کچھ اعلیٰ اقدار جیسے خدمت، محبت، ایثار، قربانی، شہادت کا احساس ہوتو ہاتھ خود آگے بڑھنے لگتا ہے۔ چاروں طرف آگ اورخون بھی ہوتب بھی ”من و ساقی بہم سازیم“ کا انداز اپناؤ۔ یار ساتھ ہےتو پھر ابتلاؤں کو بھی جڑ سے اکھیڑ کی پھینک دو۔اتنا مضبوط ساتھ ہوتو پھر کیسی نا امیدیاں۔ آنکھ کھول کر دیکھو وہ روشن زمانہ آنے والا ہے کہ ہوش نہیں ہوں گے۔ خدا کی قسم آپ دیکھیں گے پورے پاکستان کے کونے کونے سے یہ ہوا اٹھے گی۔حق کے ارادوں، حق کی مشیت پر پختہ ایمان مردوں کو ہوتا ہے۔ یوں کسی ایک فرد تک کو دیکھیں کہ جب کوئی اس کا گھر لوٹنے آئے تو کیسا بپھر کرلڑتا ہے۔ جب اسے اپنی کامیابی پر یقین ہوتا ہے تو جم کرلڑتا ہے۔اور جب یقین ہی نہ ہوتو ڈھیلا پڑ کر چھوڑ دیتا ہےاورغیبی امداد کے وسائل اوربھروسے سے ڈھونڈنے لگتا ہے۔ زندہ قوموں کا تو پہاڑ جیسا حوصلہ اورایمان ہوتا ہے۔اسلام کےفروغ کا راز یہی پختہ ایمان رہا ہے کہ بالآخر فتح ان کی ہے۔ مسلمان خدا کی مرضی کےتحت ہی مصروفِ عمل ہوتا ہے۔فتح پر یہی یقین وایمان اس مجاہدانہ عزم رکھنے والی قوم کا شیوہ رہا ہے۔ یہی وہ قوم ہے جو کاندھے پر کفن اور ہتھیلی پر سر رکھ کر اسلام کی حرمت کی خاطر بارہا میدانِ کارزار میں نکل چکی ہے۔ یہ وہی بے جھجھک اورنڈر قوم ہے جس سے ہمیشہ اغیار تھراتے رہے ہیں۔ ”لِلّٰہِ الْحَمْد“ کہ ایسی قوم کا نجم الثاقب اب پھر افق سے ابھرا ہے۔اس آیت اللہ پر قلب و جان و روح لبیک پکار اٹھے ہیں، جس کی بازگشت آج اُمّت کے ہر فرد کے باطن میں محسوس ہو رہی

ہے۔

عام حُریّت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلمانوں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

❁❁❁❁